

اُونٹ: خالق کی صناعتی کا مظہر

عبدالغفار عزیز

سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز مرحوم نابینا تھے، ایک روز ان سے کسی نے پوچھا: اگر اللہ تعالیٰ آپ کو آنکھیں عطا کر دے تو سب سے پہلے کیا چیز دیکھنا چاہیں گے؟ انھوں نے بلا توقف جواب دیا: میں سب سے پہلے اُونٹ دیکھنا چاہوں گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی آسمانوں، پہاڑوں اور زمین پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے اُونٹ کا ذکر پہلے فرمایا ہے اور کہا: أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ (الغاشیہ ۸۸: ۱۷)، یعنی کیا یہ لوگ اُونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنایا گیا ہے؟ اُونٹ اور رے میں تو اُونٹ رے اُونٹ تیری کون سی کل سیدھی؟ کہہ کر طنز و استہزا کا اظہار کر دیا جاتا ہے اور بس، لیکن غور کریں تو ہر مخلوق کی طرح اُونٹ بھی پروردگار کی صناعتی کاجیرت انگیز مظہر ہے۔

حال ہی میں کویت سے شائع شدہ بچوں کا علمی انسائیکلو پیڈیا (حصہ اول) دیکھنے کو ملا۔ اگرچہ اس کے مقدمے میں بتایا گیا ہے کہ یہ ۶ سے ۱۲ سال کے بچوں کے لیے لکھا گیا ہے لیکن اس میں ایسی ایسی معلومات کا خزانہ ہے کہ بڑے بھی ان سے لاعلم ہیں۔ اس میں ایک مفصل مضمون اُونٹ کے متعلق بھی ہے۔ اگرچہ اس میں جمع شدہ اکثر معلومات متفرق طور پر نظر سے گزری تھیں، لیکن اس جامع انداز سے پہلی بار سامنے آئیں۔ آئیے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

اپنے ڈیل ڈول اور حجم کے اعتبار سے تو اُونٹ توجہ کا باعث بنتا ہی ہے، لیکن پروردگار نے اسے اپنی بہت سے نشانیوں کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ اللہ نے اسے ایسی بڑی بڑی آنکھیں عطا کی ہیں کہ دن ہو یا رات، وہ ان سے دور تک باسانی دیکھ سکتا ہے۔ اس کی لمبی لمبی پلکیں آنکھوں کو صحرائی ریت

سے بچاتی ہیں، لیکن اصل حیرت ناک بات یہ ہے کہ اس کے پپٹوں کا آدھا حصہ شفاف جھلی کی صورت میں ہوتا ہے۔ صحراؤں میں جب آندھی تیز اور ریت زیادہ ہوتی ہے تو وہ آنکھیں بند کر لیتا ہے، لیکن شفاف جھلی سے باآسانی آر پار دیکھتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ یہی معاملہ ناک اور کانوں کا بھی ہے۔ اتنے بڑے ڈیل ڈول کے باوجود کانوں کا حجم نسبتاً چھوٹا اور مقام سر کے تقریباً چھپلی جانب ہے۔ بالوں میں گھرے ہوئے چھوٹے کانوں کے پتکے باآسانی پیچھے کو تہہ ہو جاتے ہیں، آندھی خواہ ریت کے طوفان میں بدل جائے، اس طرح تہہ کر لینے سے ریت کانوں میں نہیں جاسکتی اور نہ اسے کوئی اذیت پہنچا سکتی ہے۔ ناک کی صورت بھی یہ ہے کہ نتھنے منہ سے اوپر اٹھے ہوئے نہیں بلکہ صرف دو کٹاؤں کی طرح ہیں، جن کے کناروں کی ساخت ہونٹوں کی طرح ہے۔ ریت سے بچنے کے لیے انھیں بھی نرمی سے بند کر لیا جاتا ہے، اس طرح سانس بھی آتی جاتی رہتی ہے اور کوئی تکلیف دہ چیز بھی ناک میں نہیں جاتی۔

لمبی لمبی ٹانگیں جہاں مسافت جلد طے کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، وہیں اُونٹ کے باقی سارے جسم کو صحراؤں کی دکھتی ریت کی گرمی سے دور رکھتی ہیں۔ اس کے پاؤں کی ساخت بھی خالق کی صنایع کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اُونٹ کا پاؤں دو حصوں میں بٹا ہوتا ہے لیکن مضبوط جلد کے ذریعے ایک دوسرے سے ملا ہوا بھی۔ پاؤں کی ہڈی کے نیچے چربی کا ایک آرام دہ تکیہ بنا ہوتا ہے، اس کے نیچے اعصاب میں گندھے ہوئے نرم گوشت کی ایک تہہ ہوتی ہے، جو پاؤں زمین پر پڑتے ہوئے پھیل جاتی ہے، پھر اس کے نیچے موٹی کھال ہوتی ہے جو پورے پاؤں کو ایک مضبوط چوڑے جوتے کی شکل دے دیتی ہے۔ پاؤں کی یہ ساخت جہاں پاؤں کو جھلکتی ریت کی گرمی سے بچاتی ہے، وہیں انھیں ریت میں دھنسنے سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔ اُونٹ چلتے ہوئے باری باری پہلے ایک طرف کی اگلی چھپلی دونوں ٹانگوں کو اکٹھے آگے بڑھاتا ہے اور پھر دوسری طرف کی، یوں جیسے کشتی کے چپو چلائے جاتے ہیں۔ تیزی سے باری باری چلتے اُونٹ کے چپو اسے دیکھنے میں بھی صحرائی سفینہ ثابت کرتے ہیں۔ بیٹھتے ہوئے جہاں اس کی ٹانگوں کے جوڑوں پر سخت موٹی کھال گرمی سے بچاتی ہے وہیں اس کے پیٹ کے نیچے بنا سخت کھال کا تکیہ، ایک پلیٹ فارم کا کام دیتا ہے۔ گرمی جتنی بھی ہو اسے پار نہیں کر سکتی۔ سخت کھال کا یہی تکیہ اس کے لیے ایک خطرناک ہتھیار

کا کام بھی دیتا ہے۔ اگر کبھی کسی کو اپنے انتقام و ناراضی کا نشانہ بنانا ہو تو اُونٹ اسے اپنے جڑے کے ساتھ دبوچتے ہوئے اپنے کھر درے پیٹ کے ساتھ روند دیتا ہے۔ پتھر کی مانند اس سخت تیکے کو عربی میں کَلْکَلْ کہتے ہیں۔

اُونٹ کو اپنی خوراک میں نمک کی کافی مقدار درکار ہوتی ہے، اس لیے اس کی پسندیدہ خوراک نمکین، کانٹے دار اور خشک جھاڑیاں ہوتی ہیں۔ صحراؤں میں دستیاب بھی زیادہ تر یہی ہوتی ہیں۔ اُونٹ کے جڑوں اور ہونٹوں کی ساخت، اس کی ان ضروریات کے عین مطابق ہے۔ منہ کا دھانہ بڑا اور اوپر والا ہونٹ درمیان سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے اگر زیادہ کانٹے دار جھاڑی ہو تو اُونٹ اسے منہ کے درمیان لاکر منہ کھول کر چبانا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ جب کانٹے چبائے جائیں تو پھر انھیں جھاڑی سے توڑ کر تھوڑا سا مزید چبا کر نگل لیتا ہے۔

اُونٹ کی سب سے حیرت انگیز خوبی اس کا شدید پیاس کو برداشت کر لینا اور پانی کی زیادہ سے زیادہ مقدار اپنے جسم میں محفوظ کر لینا ہے۔ موسم سرما میں اُونٹ پانی دستیاب ہونے کے باوجود بھی زیادہ پانی نہیں پیتا اور ایک ایک ہزار کلومیٹر کا فاصلہ پانی پیے بغیر طے کر لیتا ہے۔ گرمی کچھ بڑھتی ہے تو ہفتے دو ہفتے بعد ایک بار پانی پی لینے پر اکتفا کر لیتا ہے لیکن جب گرمی بہت زیادہ ہو تو اسے ہر پانچ روز بعد تقریباً ۲۵ لیٹر پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی مشقت درپیش نہ ہو اور تازہ چارہ وغیرہ مل رہا ہو تو پانی کی ضرورت کم ہو جاتی ہے۔ انتہائی گرمی میں بھی پانی دستیاب نہ ہو تو اُونٹ اپنے جسم میں موجود پانی ہی پر گزارا کرتا ہے۔ بعض اوقات معاملہ یہاں تک بھی پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنا ایک تہائی وزن اسی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش میں گھلا دیتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس میں کمزوری واقع نہیں ہوتی۔ جب پیاسے اُونٹ کو پانی مل جائے تو وہ انتہائی مختصر وقت میں پانی کی بڑی مقدار پی لیتا ہے جس سے جلد ہی اس کا وزن دوبارہ بحال ہو جاتا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک پیاسے اُونٹ نے ۳ منٹ میں ۲۰۰ لیٹر پانی پی لیا۔ انسان کا معاملہ کس قدر مختلف ہے پہلے تو وہ پانی کے بغیر اس آخری حد تک صبر ہی نہیں کر سکتا، پھر اگر وہ بہت پیاسا بھی ہو اور اسے اپنی ضرورت کا پانی دستیاب ہو جائے جو یقیناً تھوڑا سا ہی ہوتا ہے، تب بھی وہ اسے تیزی سے نہیں پی سکتا مگر نہ راحت کے بجائے اذیت کا شکار ہو جائے۔

اُونٹ کے طویل صبر و برداشت کا اصل راز کیا ہے۔ انسانی کلوپیڈ یا بتاتا ہے: اُونٹ اپنے جسم میں پانی محفوظ کرنے اور کیے رکھنے کی عجیب صلاحیت رکھتا ہے۔ انسانی جسم سے پانی کے اخراج کے چار ذرائع ہیں بول، براز، پسینہ اور سانس میں پائی جانے والی نمی، خاص طور پر جب وہ کسی مشقت کی وجہ سے ہانپتے ہوئے منہ کھول کر سانس لے۔ اُونٹ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ہفتی بھی مشقت کر لے، نہ تو وہ ہانپتا ہے اور نہ منہ سے سانس لیتا ہے۔ پھر اس کے سانس میں نمی ہرگز شامل نہیں ہوتی۔ سانس لیتے ہوئے اگر اس کے نتھنوں کے سامنے آئینہ رکھا جائے تو اس پر نمی کی کوئی تہہ نہیں آتی۔ اس کے گردے پانی کی حفاظت کا خاص طور پر اہتمام کرتے ہوئے بہت تھوڑی مقدار میں بول بناتے ہیں اور اس کے جسم سے پانی کا اخراج کم سے کم ہوتا ہے۔

اس ضمن میں انتہائی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اُونٹ کو انتہائی مشقت کے باوجود بھی پسینہ نہ ہونے کے برابر آتا ہے۔ پسینے کے دیگر فوائد کے علاوہ ایک اہم فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جسم کے درجہ حرارت کو کنٹرول کرتا ہے۔ مثال کے طور پر انسانی جسم کا درجہ حرارت ۳۷ درجے سنٹی گریڈ رہتا ہے، اگر گرمی یا مشقت کے باعث اندرونی حرارت زیادہ ہو جائے تو اعصابی نظام جسم کو پسینے کا حکم دیتا ہے، پسینہ آنے سے جسم کا درجہ حرارت متوازن ہو جاتا ہے۔ اس عمل میں جتنا اضافہ ہوتا جائے گا، رد عمل کے طور پر پسینہ بھی اتنا ہی بڑھتا جائے گا اور پانی کی طلب میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔ اُونٹ کے لیے خالق نے یہ سہولت رکھ دی کہ اس کا جسم کسی ایک درجہ حرارت کا پابند نہیں بلکہ ۳۴ سے لے کر ۴۱ تک کا درجہ حرارت اس کے لیے معمول کا درجہ حرارت ہے، یعنی ۴۱ درجے تک اس کا جسم اسے پسینے کا حکم نہیں دیتا اور ۴۱ سنٹی گریڈ سے اوپر کا درجہ حرارت پورے دوران سال میں نسبتاً کم رہتا ہے۔ اس ضمن میں ایک اور ربانی اہتمام کیا گیا ہے کہ اُونٹ کی کھال اور اس کے جسم کے درمیان چربی کی کوئی تہہ نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے وہ جیسی ہی سایے میں آتا ہے یا جیسے ہی صحرا کی ٹھنڈی شام شروع ہوتی ہے جسم اور بیرونی ماحول میں مطابقت ہونا شروع ہو جاتی ہے اور بہت جلد جسم کا درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے۔ اس عمل کو مزید آسان بنانے کے لیے موسم گرما میں اُونٹ کی اُولن جھڑ جاتی ہے۔

گرمی اور مشقت کے باعث ہر جسم میں پانی اور خوراک کی کمی تو بہر حال واقع ہونا ہوتی

ہے۔ اس ضمن میں اُونٹ کے لیے خالق نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ پانی کے انتہائی محدود اخراج میں بھی کہ اس کے خون میں سے پانی کا اخراج نہ ہو۔ خون میں پانی کی مقدار کم ہونے سے وہ گاڑھا ہونے لگتا ہے، جس سے دورانِ خون میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور بالآخر موت واقع ہو جاتی ہے۔ کئی کئی دن تک خوراک کی حاجت نہ ہونے کا ایک اور اہم سبب یہ ہے کہ اُونٹ معمول کے دنوں میں خوراک کا کافی حصہ کوہان کی چربی کی صورت میں محفوظ کر لیتا ہے۔ طویل صحرائی سفر کے دوران یہ کوہان جسم کی غذائی حاجت پورا کرنے لگتی ہے اور آہستہ آہستہ سکڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ تفصیلات پڑھتے ہوئے مجھے افریقی ملک مالی کے تاریخی دار الحکومت ٹمبکٹو میں ملنے والا وہ صحرائی بدوی یاد آ گیا جو کہنے لگا: میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر میرے پاس ایک اُونٹنی ہو تو میں اس کی مدد سے کسی اور چیز کا محتاج ہوئے بغیر ہزاروں کلومیٹر میں پھیلے ہوئے صحرائے اعظم کو عبور کر سکتا ہوں۔

اُونٹ ہی نہیں، خالق کائنات کی ہر مخلوق کے بارے میں سائنس دان آئے روز نئے انکشافات کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی غیر مسلم سائنس دان ایسے ہیں کہ انہیں جب مخلوق سے متعلق مختلف قرآنی و نبوی ارشادات معلوم ہوئے تو ان کی ایک بڑی تعداد نے اپنے خالق کو پہچان لیا۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت پر ایمان لے آئے، اور کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں کہ ان پر یہ فرمانِ الہی صادق آتا ہے:

وَكَأَيِّن مِّن آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُمْرُوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ (يوسف ۱۲: ۱۰۶-۱۰۵) زمین اور آسمانوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے۔ ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اُس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔